سُورۃُ البقرۃ

آیات ۲۱۱ تا ۲۱۶

﴿سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍ ؕ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا
الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ
الْقِیٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً
وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اِلَّا
الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ
اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ
مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰی
یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰی نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ
قَرِیْبٌ ﴿۲۱۴﴾ یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ
وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤی اَنْ
تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ

لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾

آیت ۲۱۱ ﴿سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ﴾ ''پوچھ لو بنی اسرائیل سے' ہم نے انہیں کتنی روشن نشانیاں دیں۔''

یعنی اے مسلمانو! دیکھو کہیں تم بھی ان ہی کے راستے پر نہ چلنا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے آگاہ فرمایا تھا:

((لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتّٰى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ)) قُلْنَا : يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى؟ قَالَ : ((فَمَنْ؟)) (۱)

''تم لازماً اپنے سے پہلوں کے طور طریقوں کی پیروی کرو گے' بالشت کے مقابلے میں بالشت اور ہاتھ کے مقابلے میں ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے بل میں گھسے ہوں گے تو تم بھی گھس کر رہو گے''۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! یہود و نصاریٰ کی؟ آپؐ نے فرمایا:''تو اور کس کی؟''

﴿وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾﴾

''اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت کو' بعد اس کے کہ وہ اس کے پاس آ گئی ہو تو (وہ جان لے کہ) اللہ سزا دینے میں بھی سخت ہے۔''

جو کوئی اللہ کی نعمت کو پانے کے بعد اس میں تبدیلی کرتا ہے' یا اس میں تحریف کرتا ہے یا خود غلط روش اختیار کرتا ہے تو اس کو جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس طرزِ عمل پر بہت سخت سزا دیتا ہے۔ بنی اسرائیل ہی کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے کہ قرآن حکیم میں ان سے دو مرتبہ فرمایا گیا: ﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾﴾ (البقرة) ''اے بنی اسرائیل! یاد کرو میرے اس انعام کو جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں فضیلت عطا کی تمام اہل عالم پر''۔ لیکن پھر ان ہی کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۤ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ﴾(البقرة:٦١) ''اور اُن پر ذلت و خواری اور محتاجی و کم ہمتی تھوپ دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے''۔ اور یہ

(۱) صحیح البخاری' کتاب احادیث الانبیاء' باب ما ذکر عن بنی اسرائیل۔ وصحیح مسلم' کتاب العلم' باب اتباع سنن الیهود و النصاریٰ۔

مضمون بھی سورۂ آل عمران میں دوبارہ آئے گا۔

آیت ۲۱۲ ﴿زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ''ان کافروں کے لیے دنیا کی زندگی بڑی مزین کردی گئی ہے''

یہاں کی چمک دمک اور شان وشوکت ان کے لیے بڑی محبوب و دل پسند بنادی گئی ہے۔ ویسے تو نئے ماڈل کی لمبی لمبی چمکیلی کاریں' اونچی اونچی عمارتیں اور وسیع وعریض کوٹھیاں کس کو اچھی نہیں لگتیں' لیکن کفار کے دلوں میں مال واسبابِ دُنیوی کی محبت اتنی گھر کر جاتی ہے کہ پھر کوئی اچھی بات ان کی زندگی میں نہیں رہتی' اور نہ ہی کوئی اچھی بات ان کے اوپر اثر کرتی ہے۔ اہل ایمان کو بھی اگر ایمان کے ساتھ یہ نعمتیں ملیں تو یہ مستحسن ہیں۔ از روئے الفاظِ قرآنی: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ (الاعراف:۳۲) ''(اے نبیؐ! ان سے) کہیے' کس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کردیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں؟'' اچھا کھانا' اچھا پینا' اچھا پہننا حرام نہیں ہے۔ اللہ نے اس کو لوگوں کے لیے ممنوع نہیں کیا۔ ایک مسلمان دین کے تقاضے ادا کرکے' اللہ کا حق ادا کرکے اور حلال سے کما کر ان چیزوں کو حاصل کرے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ وہ حدیث بھی ذہن میں لے آیئے: ((اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ))(۱) ''دنیا مؤمن کے لیے ایک قید خانہ اور کافر کے لیے باغ ہے''۔

﴿وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور وہ مذاق اڑاتے ہیں اہل ایمان کا''

ایسے لوگ ایمان کی راہ اختیار کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ ذرا ان پاگلوں کو' ان بے وقوفوں کو' ان fanatics کو دیکھو' جنہیں اپنے نفع ونقصان کا کچھ ہوش نہیں ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور جن لوگوں نے تقویٰ کی روش اختیار کی تھی قیامت کے دن وہ ان کے اوپر ہوں گے۔''

وہ ان کافروں کے مقابلے میں عالی مرتبت اور عالی مقام ہوں گے' بلکہ سورۃ المُطففین میں تو یہاں تک آیا ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل ایمان کفار کا مذاق اڑائیں گے۔

﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ رزق عطا فرمائے گا جس کو چاہے گا بے حساب۔''

(۱) صحیح مسلم' کتاب الزھد والرقائق' باب۔

یہ جنت کی طرف اشارہ ہے۔ اب پھر ایک طویل آیت آ رہی ہے جس میں ایک اہم مضمون بیان ہو رہا ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ سورۃ البقرۃ میں جابجا علم و حکمت اور معرفتِ الٰہی کے بڑے حسین اور خوش نما پھول آئے ہیں جو اس بُنتی میں بُن دیے گئے ہیں۔ دو لڑیاں شریعت کی ہیں' یعنی عبادات اور معاملات' جبکہ دو لڑیاں جہاد کی' یعنی جہاد بالمال (انفاق) اور جہاد بالنفس (قتال)' اور ان کے درمیان یہ عظیم پھول آ جاتے ہیں۔ اس آیت کو میں نے ''آیت الاختلاف'' کا عنوان دیا ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ لوگوں کے درمیان اختلاف کیوں ہوتا رہا ہے' اور یہ بہت اہم مضمون ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں وحدتِ ادیان کا جو فلسفہ کچھ لوگوں کی طرف سے پیش ہوتا ہے اس کا ایک حصہ صحیح ہے اور ایک حصہ غلط ہے۔ صحیح کون سا ہے اور غلط کون سا ہے' وہ اس آیت سے معلوم ہوگا۔

آیت ۲۱۳ ﴿كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ﴾ ''تمام انسان ایک ہی اُمت تھے۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدا میں سب کے سب انسان ایک ہی اُمت تھے۔ تمام انسان حضرتِ آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور حضرت آدمؑ نبی ہیں۔ چنانچہ اُمت تو ایک ہی تھی۔ جب تک ان میں گمراہی پیدا نہیں ہوئی' اختلافات پیدا نہیں ہوئے' شیطان نے کچھ لوگوں کو نہیں ورغلایا' اُس وقت تک تو تمام انسان ایک ہی اُمت تھے۔ اب یہاں پر ایک لفظ محذوف ہے: ''ثُمَّ اخْتَلَفُوْا'' (پھر ان میں اختلافات ہوئے)۔ اختلاف کے نتیجے میں فساد پیدا ہوا اور کچھ لوگوں نے گمراہی کی روش اختیار کر لی۔ آدمؑ کا ایک بیٹا اگر ہابیل تھا تو دوسرا قابیل بھی تھا۔

﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠﴾ ''تو اللہ نے (اپنے) نبی بھیجے جو خوشخبری سناتے اور خبردار کرتے ہوئے آئے۔''

اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا جو نیکوکاروں کو بشارت دیتے تھے اور غلط کاروں کو خبردار کرتے تھے۔

﴿وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ﴾
''اور ان کے ساتھ (اپنی) کتاب نازل فرمائی حق کے ساتھ' تاکہ وہ فیصلہ کر دے لوگوں کے مابین ان امور میں جن میں انہوں نے اختلاف کیا تھا۔''

﴿وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ﴾ ''اور کتاب میں اختلاف نہیں کیا مگر ان ہی لوگوں نے جنہیں یہ دی گئی تھی' اس

کے بعد کہ ان کے پاس روشن ہدایات آ چکی تھیں‘ محض باہمی ضدم ضدا کے سبب سے۔‘‘

’’بَغْیًا‘‘ کا لفظ قبل ازیں آیت ۹۰ میں آ چکا ہے۔ وہاں میں نے وضاحت کی تھی کہ دین میں اختلاف کا اصل سبب یہی ضدم ضدا والا رویہ ہوتا ہے۔ انسان میں غالب ہونے کی جو طلب اور اُمنگ (The urge to dominate) موجود ہے وہ حق کو قبول کرنے میں مزاحم ہو جاتی ہے۔ دوسرے کی بات ماننا نفس انسانی پر بہت گراں گزرتا ہے۔ آدمی کہتا ہے میں اس کی بات کیوں مانوں‘ یہ میری کیوں نہ مانے؟ انسان کے اندر جہاں اچھے میلانات رکھے گئے ہیں وہاں بُری اُمنگیں اور میلانات بھی رکھے گئے ہیں۔ چنانچہ انسان کے باطن میں حق و باطل کی ایک کشاکش چلتی ہے۔ اسی طرح کی کشاکش خارج میں بھی چلتی ہے۔ تو فرمایا کہ جب انسانوں میں اختلافات رونما ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو بھیجا جو مبشر اور منذر بن کر آئے۔

﴿فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ﴾ ’’پس اللہ نے ہدایت بخشی ان لوگوں کو جو ایمان لائے اُس حق کے معاملے میں جس میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا‘ اپنے حکم سے۔‘‘

﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾﴾ ’’اور اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف۔‘‘

سلسلۂ انبیاء و رُسل کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان ﷺ پر قرآن حکیم نازل فرما کر‘ اپنی توفیق سے‘ اس نزاع و اختلاف میں حق کی راہ اہل ایمان پر کھولی ہے۔ اور اللہ ہی ہے جو اپنی مشیت اور حکمت کے تقاضوں کے مطابق جس کو چاہتا ہے راہِ راست دکھا دیتا ہے۔

اب بڑی سخت آیت آ رہی ہے‘ جو بڑی لرزا دینے والی آیت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک بڑی تعداد مہاجرین کی تھی جو مکہ کی سختیاں جھیل کر آئے تھے۔ ان کے لیے تو اب جو بھی مراحل آئندہ آنے والے تھے وہ بھی کوئی ایسے مشکل نہیں تھے۔ لیکن جو حضرات مدینہ منورہ میں ایمان لائے تھے‘ یعنی انصار‘ اُن کے لیے تو یہ نئی نئی بات تھی۔ اس لیے کہ انہوں نے تو وہ سختیاں نہیں جھیلی تھیں جو مکہ میں مہاجرین نے جھیلی تھیں۔ تو اب روئے سخن خاص طور پر ان سے ہے‘ اگرچہ خطاب عام ہے۔ قرآن مجید میں یہ اسلوب عام طور پر ملتا ہے کہ الفاظ عام ہیں‘ لیکن روئے سخن کسی خاص طبقہ کی طرف ہے۔ تو درحقیقت یہاں انصار کو بتایا جا رہا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا پھولوں کی سیج نہیں ہے۔

﴿اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ﴾ ''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے''

﴿وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾ ''حالانکہ ابھی تک تمہارے اوپر وہ حالات و واقعات وارد نہیں ہوئے جو تم سے پہلوں پر ہوئے تھے۔''

﴿مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا﴾ ''پہنچی ان کو سختی بھوک کی اور تکلیف اور وہ ہلا مارے گئے''

﴿حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ﴾ ''یہاں تک کہ (وقت کا) رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان پکار اٹھے کہ کب آئے گی اللہ کی مدد؟''

﴿اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ﴾ ''(اب انہیں یہ خوشخبری دی گئی کہ) آگاہ ہو جاؤ' یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔''

یعنی اللہ تو اہل ایمان کو آزماتا ہے' اسے کھوٹے اور کھرے کو الگ کرنا ہے۔ یہ وہی بات ہے جو اس سے پہلے انیسویں رکوع کے بالکل آغاز میں آچکی ہے: ﴿وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ﴾ (آیت ۱۵۵) ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مال و جان اور ثمرات کے نقصان سے''۔ یہ کوئی پھولوں بھرا راستہ نہیں ہے' پھولوں کی سیج نہیں ہے' حق کا راستہ کانٹوں بھرا راستہ ہے' اس کے لیے ذہناً تیار ہو جاؤ۔ ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بسے
شرطِ اوّل قدم این است کہ مجنوں باشی!

اور: ؎

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

اس راستے میں اللہ کی مدد ضرور آتی ہے' لیکن آزمائشوں اور قربانیوں کے بعد۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پھر سورۃ الصف میں فتح و نصرت کی خوشخبری سنائی گئی' جبکہ غزوۂ احزاب واقع ہو چکا تھا اور محمدٌ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی اہل ایمان رضی اللہ عنہم شدید ترین امتحان سے کامیابی کے ساتھ گزر چکے تھے۔ تب انہیں بایں الفاظ خوشخبری دی گئی: ﴿وَاُخۡرٰى تُحِبُّوۡنَهَا نَصۡرٌ مِّنَ

﴿اللّٰہِ وَفَتۡحٌ قَرِیۡبٌ ؕ﴾ (آیت ۱۳) ''اور جو دوسری چیز تمہیں پسند ہے (وہ بھی تمہیں ملے گی) ' اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی میں حاصل ہو جانے والی فتح''۔ ﴿وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴾ ''اور (اے نبیؐ!) اہل ایمان کو بشارت دے دیجیے!'' اپنے اہل ایمان ساتھیوں کو بشارت دے دیجیے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ اللہ کی نصرت کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔

آیت ۲۱۵ ﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ ؕ﴾ ''یہ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟''

یعنی انفاق کے لیے جو کہا جا رہا ہے تو ہم کیا خرچ کریں؟ کتنا خرچ کریں؟ انسان بھلائی کے لیے جو بھی خرچ کرے تو اس میں سب سے پہلا حق کن کا ہے؟

﴿قُلۡ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ﴾ ''کہہ دیجیے جو بھی تم خرچ کرو مال و اسباب میں سے''

﴿فَلِلۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ؕ﴾ ''تو والدین' رشتے داروں' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کے لیے (خرچ کرو)۔''

سب سے پہلا حق والدین کا ہے' اس کے بعد درجہ بدرجہ قرابت داروں' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

﴿وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیۡمٌ﴾ ''اور جو خیر بھی تم کماؤ گے اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔''

تم جو بھی اچھا کام کرو گے تو جان لو کہ وہ اللہ کے علم میں ہے۔ ضرورت نہیں ہے کہ دنیا اس سے واقف ہو' تمہیں اگر اللہ سے اجر لینا ہے تو وہ تو رات کے اندھیرے میں بھی دیکھ رہا ہے۔ اگر تمہارے دائیں ہاتھ نے دیا ہے اور بائیں کو پتا نہیں چلا تو اللہ کو تو پھر بھی پتا چل گیا ہے۔ تو تم خاطر جمع رکھو' تمہاری ہر نیکی اللہ کے علم میں ہے اور وہ اسے ضائع نہیں کرے گا۔

اب اگلی آیت میں قتال کے مضمون کا تسلسل ہے۔ میں نے سورۃ البقرۃ کے نصف آخر کے مضامین کو چار مختلف رنگوں کی لڑیوں سے تشبیہہ دی تھی' جن کو باہم بٹ لیا جائے تو چاروں رنگ کٹے پھٹے نظر آتے ہیں اور اگر انہیں کھول دیا جائے تو ہر رنگ مسلسل نظر آتا ہے۔

آیت ۲۱۶ ﴿کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَہُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ ۚ﴾ ''(مسلمانو!) اب تم پر جنگ فرض کر دی گئی ہے اور وہ تمہیں گراں گزر رہی ہے۔''

واضح رہے کہ سورۃ البقرۃ سے پہلے سورۃ محمد ﷺ نازل ہو چکی تھی اور اُس میں قتال کی

فرضیت آ چکی تھی۔ (اُس کا ایک نام سورۃ القتال بھی ہے) لہٰذا اس حوالے سے کچھ لوگ پریشان ہو رہے تھے۔ خاص طور پر منافقین یہ کہتے تھے کہ بھائی صلح جوئی سے کام لو' بس دعوت و تبلیغ کے ذریعے سے لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف لاؤ' یہ جنگ و جدال اور لڑائی بھڑائی تو کوئی اچھا کام نہیں ہے' اس میں تو بہت خرابی ہے۔ ان کے علاوہ ایسے مسلمان جن کا ایمان قدرے کمزور تھا' اگرچہ وہ منافق تو نہیں تھے' لیکن ان کا ایمان ابھی پختہ نہیں تھا' ابھی تازہ تازہ ایمان لائے تھے اور تربیت کے مراحل سے ابھی نہیں گزرے تھے' ان میں سے بھی بعض لوگوں کے دلوں میں انقباض پیدا ہو رہا تھا۔ یہاں قتال کی فرضیت کے لیے ''کُتِبَ'' کا لفظ آیا ہے۔ اس سے پہلے یہ لفظ روزے' قصاص اور وصیت کے ضمن میں آ چکا ہے۔ ﴿کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ ...... کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِصَاصُ فِی الۡقَتۡلٰی ...... کُتِبَ عَلَیۡکُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ اِنۡ تَرَکَ خَیۡرَا ۚ الۡوَصِیَّۃُ ......﴾ فرمایا کہ تم پر جنگ فرض کر دی گئی ہے اور وہ تمہیں بری لگ رہی ہے۔

﴿وَعَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۚ﴾ ''اور ہوسکتا ہے کہ تم کسی شے کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔''

﴿وَعَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّہُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ ؕ﴾ ''اور ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو درآنحالیکہ وہی تمہارے لیے بری ہو۔''

﴿وَاللّٰہُ یَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۱۶﴾﴾ ''اور اللہ جانتا ہے' تم نہیں جانتے۔''

تم اپنی عقل پر ایمان نہ رکھو' اللہ کی وحی پر ایمان رکھو' اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان رکھو۔ جس وقت کے لیے جو حکم موزوں تھا وہی تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دیا گیا۔ چودہ برس تک تمہیں قتال سے منع کیا گیا۔ اُس وقت تمہارے لیے حکم تھا: ''کُفُّوۡۤا اَیۡدِیَکُمۡ'' (اپنے ہاتھ روکے رکھو!) اب تم پر قتال فرض کیا جا رہا ہے' لہٰذا اب اس حکم پر سر تسلیم خم کرنا تمہارے لیے لازم ہے۔

آیات ۲۱۷ تا ۲۲۱

﴿یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الشَّہۡرِ الۡحَرَامِ قِتَالٍ فِیۡہِ ؕ قُلۡ قِتَالٌ فِیۡہِ کَبِیۡرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَکُفۡرٌۢ بِہٖ وَالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ٭ وَاِخۡرَاجُ اَہۡلِہٖ مِنۡہُ اَکۡبَرُ

عِنْدَ اللّٰہِ ۚ وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی
یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ
فَیَمُتْ وَھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۚ
وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ
ھَاجَرُوْا وَجٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۱۸﴾ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ
وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُھُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِھِمَا ؕ وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا
یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ
تَتَفَکَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ؕ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی ؕ قُلْ
اِصْلَاحٌ لَّھُمْ خَیْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ
مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَعْنَتَکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا
تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَۃٍ وَّلَوْ
اَعْجَبَتْکُمْ ۚ وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ
خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکُمْ ؕ اُولٰٓئِکَ یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ ۚ وَاللّٰہُ
یَدْعُوْٓا اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ بِاِذْنِہٖ ۚ وَیُبَیِّنُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ
یَتَذَکَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

آیت ۲۱۷ ﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ ؕ﴾ ''(اے نبیؐ!) یہ آپ سے پوچھتے ہیں حرمت والے مہینے میں جنگ کے بارے میں۔''

قتال کا حکم آنے کے بعد اب وہ پوچھتے تھے کہ یہ جو حرمت والے مہینے ہیں ان میں جنگ کرنا کیسا ہے؟ اس لیے کہ سیرت میں یہ واقعہ آتا ہے کہ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش ؓ کو چند افراد کے دستے کا کمانڈر بنا کر ہدایت فرمائی تھی کہ مکہ اور طائف کے درمیان جا کر وادیٔ نخلہ میں قیام کریں اور قریش کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔ وادیٔ

نخلہ میں قیام کے دوران وہاں قریش کے ایک مختصر سے قافلے کے ساتھ مڈبھیڑ ہوگئی اور مسلمانوں کے ہاتھوں ایک مشرک عمرو بن عبداللہ الحضرمی مارا گیا۔ اُس روز رجب کی آخری تاریخ تھی اور رجب کا مہینہ اشہر حرم میں سے ہے۔ یہ ہجرت کے بعد پہلا خون تھا جو مسلمانوں کے ہاتھوں ہوا۔ اس پر مشرکین نے بہت واویلا کیا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے' بنے پھرتے ہیں اللہ والے' رسولؐ والے' دین والے' آخرت والے اور انہوں نے حرمت والے مہینے کو بٹہ لگا دیا' اس میں جنگ کی۔ تو یہ دراصل اللہ تعالیٰ اپنے ان مؤمن بندوں کی طرف سے گویا خود صفائی پیش کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ یہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ حرمت والے مہینوں میں قتال کا کیا حکم ہے؟

﴿قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ﴾ ''کہہ دیجیے کہ اس میں جنگ کرنا بہت بڑی (گناہ کی) بات ہے۔''

﴿وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ ۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ﴾ ''لیکن اللہ کے راستے سے روکنا' اس کا کفر کرنا' مسجد حرام سے روکنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے کہیں بڑا گناہ ہے۔''

یہ وہ سنگین جرائم ہیں جن کا ارتکاب مشرکین مکہ کی جانب سے ہو رہا تھا۔ یہاں فرمایا گیا کہ یہ سب کام اشہر حرم میں جنگ کرنے سے بھی بڑے جرائم ہیں۔ لہٰذا ان کے سدباب کے لیے اگر اشہر حرم میں جنگ کرنی پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

﴿وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ﴾ ''اور فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔''

قبل ازیں آیت ۱۹۱ میں الفاظ آ چکے ہیں: ﴿وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ﴾ فتنہ ہر وہ کیفیت ہے جس میں صاحب ایمان کے لیے ایمان پر قائم رہنا اور اسلام پر عمل کرنا مشکل ہو جائے۔ آج کا پورا معاشرہ فتنہ ہے۔ اسلام پر عمل کرنا مشکل ہے' بدمعاشی اور حرام خوری کے راستے کھلے ہوئے ہیں' اکل حلال اس قدر مشکل بنا دیا گیا ہے کہ دانتوں پسینہ آئے تو شاید نصیب ہو۔ نکاح اور شادی کے جائز راستوں پر بڑی بڑی شرطیں اور قدغنیں عائد ہیں' جبکہ ناجائز مراسم اور زنا کے راستے کھلے ہیں۔ جس معاشرے کے اندر باطل کا غلبہ ہو جائے اور حق پر چلنا ممکن نہ رہے وہ بڑے فتنے میں مبتلا ہے۔ باطل کا غلبہ سب سے بڑا فتنہ ہے۔ لہٰذا فرمایا کہ فتنہ قتل کے مقابلے میں بہت بڑی شے ہے۔

﴿وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا﴾ ''اور یہ لوگ تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ لوٹا دیں تمہیں اپنے دین سے اگر وہ ایسا کر سکتے ہوں۔''

وہ تو اس پر تلے ہوئے ہیں کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔ یہاں مشرکین مکہ کی طرف اشارہ ہو رہا ہے' کیونکہ اب یہ غزوۂ بدر کی تمہید چل رہی ہے۔ اس کے بعد غزوۂ بدر ہونے والا ہے' اس کے لیے اہل ایمان کو ذہنی طور پر تیار کیا جا رہا ہے اور انہیں آگاہ کیا جا رہا ہے کہ مشرکین کی جنگ کا مقصد تمہیں تمہارے دین سے برگشتہ کرنا ہے' وہ تو اپنی بھرپور کوشش کرتے رہیں گے کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے لوٹا کر واپس لے جائیں۔

﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ﴾ ''اور (سن لو) جو کوئی بھی تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا''

﴿فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ﴾ ''اور اُسی حالت میں اس کی موت آ گئی کہ وہ کافر ہی تھا''

﴿فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''تو یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے تمام اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت جائیں گے۔''

پہلے خواہ کتنی ہی نیکیاں کی ہوئی تھیں' کتنی ہی نمازیں پڑھی ہوئی تھیں' کتنا ہی انفاق کیا ہوا تھا' صدقات دیے تھے' جو کچھ بھی کیا تھا سب کا سب صفر ہو جائے گا۔

﴿وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اور وہ ہوں گے جہنم والے' وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔''

آیت ۲۱۸ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ﴾ ''(اس کے برعکس) جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں تو یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔''

یہاں اُن لوگوں پر بڑا لطیف طنز ہے جو خود تو حرام کے راستے پر جا رہے ہیں' لیکن یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ اللہ ان پر رحم فرمائے گا۔ اللہ ایسی روش اختیار کرنے والوں پر رحمت نہیں فرماتا' اللہ کی رحمت کا مستحق بننا پڑتا ہے۔ اور اللہ کی رحمت کا مستحق وہی ہے جو ایمان'

ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ ایسے لوگ بجا طور پر اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ غفور ہے' رحیم ہے۔''

وہ ان کی لغزشوں کو معاف کرنے والا اور اپنی رحمت سے انہیں نوازنے والا ہے۔

آیت ۲۱۹ ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ ''(اے نبیؐ!) یہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ ان کا کیا حکم ہے؟)''۔

ان احکام سے شریعت کا ابتدائی خاکہ (blue print) تیار ہونا شروع ہو گیا ہے' کچھ احکام پہلے آ چکے ہیں اور کچھ اب آ رہے ہیں۔ شراب اور جوئے کے بارے میں یہاں ابتدائی حکم بیان ہوا ہے اور اس پر محض اظہارِ ناراضگی فرمایا گیا ہے۔

﴿قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ﴾ ''(اے نبیؐ! ان سے) کہہ دیجیے کہ ان دونوں کے اندر بہت بڑے گناہ کے پہلو ہیں۔''

﴿وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾ ''اور لوگوں کے لیے کچھ منفعتیں بھی ہیں۔''

﴿وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ''البتہ ان کا گناہ کا پہلو نفع کے پہلو سے بڑا ہے۔''

یعنی اشارہ کر دیا گیا کہ ان کو چھوڑ دو۔ اب معاملہ تمہاری عقل سلیم کے حوالے ہے' حقیقت تم پر کھول دی گئی ہے۔ یہ ابتدائی حکم ہے' لیکن حکم کے پیرائے میں نہیں۔ بس واضح کر دیا گیا کہ ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے' اگرچہ ان میں لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔ بقول غالب:

مے سے غرض نشاط ہے کس رُوسیاہ کو؟
اِک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے!

اور:

میں میکدے کی راہ سے ہو کر گزر گیا
ورنہ سفر حیات کا بے حد طویل تھا!

یہ حکمت سمجھ لیجیے کہ شراب اور جوئے میں کیا چیز مشترک ہے کہ یہاں دونوں کو جمع کیا گیا؟ شراب کے نشے میں بھی انسان اپنے آپ کو حقائق سے منقطع کرتا ہے اور محنت سے جی

چھاتا ہے۔ وہ زندگی کے تلخ حقائق کا مواجہہ کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ ع

''اِک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے!''

اور جوئے کی بنیاد بھی محنت کی نفی پر ہے۔ ایک رویہ تو یہ ہے کہ محنت سے ایک آدمی کما رہا ہے' مشقت کر رہا ہے' کوئی کھوکھا' چھابڑی یا ریڑھی لگا کر کچھ کمائی کر رہا ہے' جبکہ ایک ہے چانس اور داؤ کی بنیاد پر پیسے کمانا۔ یہ محنت کی نفی ہے۔ چنانچہ شراب اور جوئے کے اندر اصل میں علت ایک ہی ہے۔

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ۬﴾ ''اور یہ آپؐ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کتنا خرچ کریں؟''

آیت ۱۹۵ میں انفاق کا حکم بایں الفاظ آچکا ہے: ﴿وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ﴾ ''اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ جھونکو''۔ تو سوال کیا گیا کہ ''کتنا خرچ کریں؟'' ہمیں کچھ مقدار بھی بتا دی جائے۔ فرمایا:

﴿قُلِ الْعَفْوَ۬﴾ ''کہہ دیجیے: جو بھی تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ مطالبہ نہیں ہے کہ تم اپنی ضرورتوں کو پیچھے ڈال دو' بلکہ تم پہلے اپنی ضرورتیں پوری کرو' پھر جو تمہارے پاس بچ جائے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ کمیونزم کے فلسفہ میں ایک اصطلاح ''قدرِ زائد'' (surplus value) استعمال ہوتی ہے۔ یہ ہے ''اَلْعَفْوَ''۔ جو بھی تمہاری ضروریات سے زائد ہے یہ surplus value ہے' اسے اللہ کی راہ میں دے دو۔ اس کو بچا کر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ پر بے اعتمادی کا اظہار کر رہے ہیں کہ اللہ نے آج تو دے دیا ہے' کل نہیں دے گا۔ لیکن یہ کہ انسان کی ضرورتیں کیا ہیں' کتنی ہیں' اس کا اللہ نے کوئی پیمانہ مقرر نہیں کیا۔ اس کا تعلق باطنی روح سے ہے۔ ایک مسلمان کے اندر اللہ کی محبت اور آخرت پر ایمان جوں جوں بڑھتا جائے گا اتنا ہی وہ اپنی ضرورتیں کم کرے گا' اپنے معیارِ زندگی کو پست کرے گا اور زیادہ سے زیادہ اللہ کی راہ میں دے گا۔ اصول یہ ہے کہ ہر شخص یہ دیکھے کہ جو میری ضرورت سے زائد ہے اسے میں بچا بچا کر نہ رکھوں' بلکہ اللہ کی راہ میں دے دوں۔ انفاق فی سبیل اللہ پر اس سورۂ مبارکہ میں پورے دو رکوع آگے آنے والے ہیں۔

﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴿۲۱۹﴾﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات تمہارے لیے واضح کر رہا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔''

آیت ۲۲۰ ﴿فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ﴾ ''دنیا اور آخرت (کے معاملات) میں۔''

تمہارا یہ غور و فکر دنیا کے بارے میں بھی ہونا چاہیے اور آخرت کے بارے میں بھی۔ دنیا میں بھی اسلام رہبانیت نہیں سکھاتا۔ اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ نہ کھاؤ' نہ پیو' چلے کشی کرو' جنگلوں میں نکل جاؤ! نہیں' اسلام تو متمدن زندگی کی تعلیم دیتا ہے' گھر گرہستی اور شادی بیاہ کی ترغیب دیتا ہے' بیوی بچوں کے حقوق بتاتا ہے اور ان کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمہیں آخرت کی بھی فکر کرنی چاہیے' اور دنیا و آخرت کے معاملات میں ایک نسبت و تناسب (ratio proportion) قائم رہنا چاہیے۔ دنیا کی کتنی قدر و قیمت ہے اور اس کے مقابلے میں آخرت کی کتنی قدر و قیمت ہے' اس کا صحیح طور پر اندازہ کرنا چاہیے۔ اگر یہ اندازہ غلط ہو گیا اور کوئی غلط تناسب قائم کر لیا گیا تو ہر چیز تلپٹ ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر ایک دوا کے نسخے میں کوئی چیز کم تھی' کوئی زیادہ تھی۔ اگر آپ نے جو چیز کم تھی اسے زیادہ کر دیا اور جو زیادہ تھی اسے کم کر دیا تو اب ہو سکتا ہے یہ نسخہ' شفا نہ رہے' نسخہ' ہلاکت بن جائے۔

﴿وَ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡیَتٰمٰی ؕ﴾ ''اور یہ آپؐ سے پوچھ رہے ہیں یتیموں کے بارے میں۔''

﴿قُلۡ اِصۡلَاحٌ لَّہُمۡ خَیۡرٌ ؕ﴾ ''(اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے کہ (جس طرزِ عمل میں) ان کی بھلائی اور مصلحت (ہو وہی اختیار کرنا) بہتر ہے۔''

ان کی مصلحت کو پیش نظر رکھنا بہتر ہے' نیکی ہے' بھلائی ہے۔ اصل میں لوگوں کے سامنے سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیت تھی: ﴿وَ لَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ﴾ (آیت ۳۴) ''اور مالِ یتیم کے قریب تک نہ پھٹکو' مگر ایسے طریقے پر جو (یتیم کے حق میں) بہتر ہو''۔ چنانچہ وہ مالِ یتیم کے بارے میں انتہائی احتیاط کر رہے تھے اور انہوں نے یتامیٰ کی ہنڈیاں بھی علیحدہ کر دی تھیں کہ مبادا اُن کے حصے کی کوئی بوٹی ہمارے پیٹ میں چلی جائے۔ لیکن اس طرح یتامیٰ کی دیکھ بھال کرنے والے لوگ تکلیف اور حرج میں مبتلا ہو گئے تھے۔ کسی کے گھر میں یتیم پرورش پا رہا ہے تو اس کا خرچ الگ طور پر اس کے مال میں سے نکالا جا رہا ہے اور اس کے لیے الگ ہنڈیا پکائی جا رہی ہے۔ فرمایا کہ اُس حکم سے یہ مقصد نہیں تھا' مقصد یہ تھا کہ تم کہیں ان کے مال ہڑپ نہ کر جاؤ' ان کے لیے اصلاح اور بھلائی کا معاملہ کرنا بہتر طرزِ عمل ہے۔

﴿وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ﴾ ''اور اگر تم ان کو اپنے ساتھ ملائے رکھو تو وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں۔''

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ ''اور اللہ جانتا ہے مفسد کو بھی اور مصلح کو بھی۔''

وہ جانتا ہے کہ کون بدنیتی سے یتیم کا مال ہڑپ کرنا چاہتا ہے اور کون یتیم کی خیر خواہی چاہتا ہے۔ یہ ہنڈیا علیحدہ کر کے بھی گڑ بڑ کر سکتا ہے اور یہ وہ شخص ہے جو ہنڈیا مشترک کر کے بھی حق پر رہ سکتا ہے۔

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ﴾ ''اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں سختی ہی میں ڈالے رکھتا۔''

لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں مشقت اور سختی سے بچایا اور تم پر آسانی فرمائی۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ہے۔''

وہ انتہائی مشقت پر مبنی سخت سے سخت حکم بھی دے سکتا ہے' اس لیے کہ وہ زبردست ہے' لیکن وہ انسانوں کو مشقت میں نہیں ڈالتا' بلکہ اس کے ہر حکم کے اندر حکمت ہوتی ہے۔ اور جہاں حکمت نرمی کی متقاضی ہوتی ہے وہاں وہ رعایت دیتا ہے۔

آیت ۲۲۱ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ ''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔''

﴿وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ﴾ ''اور ایک مؤمنہ لونڈی بہتر ہے ایک آزاد مشرکہ عورت سے اگرچہ وہ تمہیں اچھی بھی لگتی ہو۔''

﴿وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾ ''اور اپنی عورتیں مشرکوں کے نکاح میں مت دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔''

﴿وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ﴾ ''اور ایک مؤمن غلام بہتر ہے ایک آزاد مشرک مرد سے اگرچہ وہ تمہیں پسند بھی ہو۔''

خواہ وہ صاحب حیثیت اور مال دار ہو' لیکن دولت ایمان سے محروم ہو تو تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنی بہن یا بیٹی اس کے نکاح میں دے دو۔

﴿اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ﴾ ''یہ لوگ آگ کی طرف بلا رہے ہیں۔'' اگر ان سے رشتے ناتے جوڑو گے تو وہ تمہیں بھی جہنم میں لے جائیں گے اور تمہاری اولاد کو بھی۔

﴿وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ﴾ ''اور اللہ تمہیں بلا رہا ہے جنت کی طرف اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے۔''

﴿وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور وہ اپنی آیات واضح کر رہا ہے لوگوں کے لیے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

قرآن فہمی کے طالبان کے لیے عظیم خوشخبری

شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کے سابق چیئرمین اور قرآن اکیڈمی کے استاذ الاساتذہ

پروفیسر حافظ احمد یار مرحوم و مغفور

کی صرفی و نحوی تشریح پر مبنی

مکمل ترجمۂ قرآن مجید

تقریباً 300 گھنٹے کے کلاس روم لیکچرز

اب صرف ایک DVD میں دستیاب ہیں

ہدیہ: 70 روپے + ڈاک خرچ 30 روپے

(بذریعہ ڈاک منگوانے کے خواہش مند حضرات 100 روپے کا منی آرڈر ارسال کریں!)

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-5869501

email : maktaba@tanzeem.org website : www.tanzeem.org